

دارالعلوم دیوبند اور اس کا نظام تعلیم

از مولانا عبید اللہ سندھی

۱۸۵۷ء میں جب دہلی کی سلطنت کی آخری نشانی بھی مٹ گئی تو اس کے دو سال بعد شاہ محمد اسحاق کی مرکزی جمعیت نے جواب حجاز میں مقیم تھی اور امیر امداد اللہ کی رہنمائی میں ہندوستانی کام کرتی تھی فیصلہ کیا کہ اطراف دہلی میں امام عبدالعزیز کے مدرسے نمونہ پر ایک مدرسہ بنایا جائے چنانچہ مولانا قاسم اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سات سال تک مسلسل کوشش کرتے رہے تب کہیں جا کر ۱۲۸۳ھ یعنی ۱۸۶۶ء میں سقوط دہلی کے دو سال بعد مدرسہ دیوبند کی تاسیس ہوئی اس کے بعد ان کی دوڑ دھوپ سے اسی طرز پر ایک مدرسہ ہارنپور میں اور ایک مراد آباد میں بنا جو مدرسہ دیوبند ہی کی شاخیں تھیں اب تک شاہ محمد اسحاق کی مرکزی جمعیت کی رہنمائی امیر امداد اللہ کے سپرد تھی اور مکہ معظمہ میں بیٹھ کر اس تحریک کو چلاتے تھے جب مدرسہ دیوبند کی تاسیس عمل میں آگئی تو اس جماعت نے مدرسہ مذکور کو اپنا مرکز بنالیا اس مدرسہ کے تمام کام امیر امداد اللہ کے مصلحت پر چلتے رہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دیوبند کی روح دراصل امیر امداد اللہ کی مصلحت پر چلنا ہے مدرسہ دیوبند کے ہفت ماہ نصاب تعلیم اور مستقل نظام عمل اور اساسی قواعد مولانا خیر قاسم نے بنائے اس طرح انہوں نے اپنی اسکیم میں امام عبدالعزیز کے مدرسہ اور حزب ولی اللہ کے مقاصد کو محفوظ کر دیا اس کے بعد دوبارہ مدرسہ دیوبند کے نصاب پر نظر ثانی ہوئی پہلی دفعہ مولانا محمد یعقوب

۱۲۸۴ھ میں دارالعلوم دیوبند کی بنا پڑی اس کے فوراً بعد ملک کے دوسرے حصوں میں بھی اس کی شاخیں قائم کی جانے لگیں چنانچہ مدرسہ دیوبند کے چھ ماہ بعد سہانپور میں ایک شاخ کھلی آخر میں تان شاخوں کی تعداد بڑھتے بڑھتے چالیس تک پہنچ گئی تھی مدرسہ دیوبند کی ان شاخوں کا نظام لائبریری تھا یعنی سب کی سب دارالعلوم کے تاج اور اس کے قوانین کے مقید تھیں شروع میں جب میں جمعیت نادر کی تنظیم کا کام کرتا تھا تو میری خواہش یہ تھی کہ یہ نظام لائبریری کی بجائے مرکزی ہو جائے لیکن میرے استاد شیخ الہند س خاں کی طرف کم التفات فرماتے اس واقعہ کے تین سال بعد مجھے تجربہ سے معلوم ہوا کہ لائبریری نظام کس قدر مفید تھا لائبریری کی وجہ سے لکھنؤ کے دارالعلوم کے شاخوں کی تاسیس میں کئی مشکل مرکزیت کی وجہ سے ظاہری صورت اچھی ہو جاتی لیکن آزادی بہر حال ظاہری صورت سرقہ پر مبنی ہے آثار التوحید صفحہ ۱۸۶

دارالعلوم دیوبند کے شاخوں کی تعداد

صاحب دیوبندی کے زمانہ میں سات سال کے بچائے یہ نصاب ہشت سال کر دیا گیا، دوسری بار مولانا شیخ الہند نے تحریک جمعیت الانصار کی بنا ڈالی۔ الحمد للہ کہ دونوں دفعہ حزب ولی اللہ کی تعلیمات کی روح محفوظ رہی، اب جب کبھی مدرسہ کے نصاب میں ترمیم کا سوال پیدا ہوتا ہے میری خواہش یہ ہوتی ہے کہ پہلے کا ہفت سالہ نصاب تعلیم ہر حال میں محفوظ رہے، میں ڈرتا ہوں کہ مصر و شام کی تقلید میں کہیں اس نصاب میں بھی قطع و برید نہ کر دی جائے جس کی وجہ سے اس کی وہ استعداد ختم نہ ہو جائے جس کے سبب سے اب تک یہ نصاب امام ولی اللہ کی حکمت کے مطالعہ کے لئے مقدمہ بنتا رہا ہے مدرسہ دیوبند کے مرکزی فکر اور اس کی سیاسی مصلحت کے اصول امیر امداد اللہ اور ان کے رفقاء مولانا محمد قاسم، مولانا رشید احمد اور مولانا محمد یعقوب دیوبندی کی جماعت نے معین کئے تھے، اس لئے دیوبندی پارٹی کی مرکزی جماعت میں وہ شخص شامل نہیں ہو سکتا جو اصول کا ملاً تسلیم نہ کرتا ہو، مدرسہ دیوبند کا اساسی اصول یہ ہے کہ حزب ولی اللہ نے اپنے پہلے دور میں جس قدر علوم و معارف کی اشاعت ضروری سمجھی، حنفی فقہ کی پابندی سے ان علوم و معارف کو تدریس و تصنیف کے ذریعہ زندہ رکھا جائے، نیز اس مدرسہ کی باقاعدہ تعلیم سے جس قدر علماء تیار ہوں وہ مسابہ اور مدارس میں کام کرنے کے لئے پوری استعداد رکھتے ہوں، اس تعلیم کے بعد جس قدر علماء امام ولی اللہ کے جادۂ قویہ اور حکمت کی حفاظت کرنا چاہیں یا اپنے اندر حکومت کے مناصب عالیہ کی اہلیت پیدا کریں تو ان کے لئے کوئی خاص نصاب معین نہیں ہے، وہ درسی کتابوں سے فارغ ہو کر اساتذہ کی صحبت میں رہیں مثلاً یہ کہ علماء مولانا محمد قاسم کی صحبت میں امام ولی اللہ کی حکمت سے آشنا ہو سکتے تھے، مولانا محمد یعقوب دیوبندی کی رفاقت میں سیاسی اصول سمجھ سکتے تھے اور امیر امداد اللہ کی بیعت سے پارٹی میں منسلک ہو سکتے تھے۔

علاوہ ازیں مدرسہ دیوبند کے لئے ضروری ہے کہ حکومت کابل میں اپنا وقار پیدا کرے اس لئے ادارے دریائے سندھ سے جس قدر طلبہ دیوبندی نظام کے تحت تعلیم پائیں انھیں ہدایت کر دی جائے کہ وہ اپنی قوم کے نظام اور اپنی حکومت کے آئین کو برہم نہ کریں، جس طرح ہندوستان میں دیوبندی جماعت مسلمانوں کی دوسری جماعتوں کے ساتھ بالاضطرار منازعت میں مبتلا ہو گئی ہے، کوشش کی جائے کہ یہ جھگڑے دریائے سندھ سے اُدھر نہ پھیلنے پائیں۔

نیز مدرسہ دیوبند کے لئے ضروری ہے کہ مکہ معظمہ کے مرکز کے توسط سے سلطنت عثمانیہ کے ساتھ اپنا ربط زیادہ مستحکم کرے تاکہ منظر الاضطرار کی حالات کو چھوٹکی مدرسہ دیوبند کو چاہئے کہ حکومت

ری کے مصالح سے غیر جانبداری اختیار کرے۔

مدرسہ دیوبند کی تاریخ کا پہلا دور مولانا رشید احمد گنگوہی کی وفات پر ۱۳۲۳ھ میں ختم ہوتا ہے اس پہل سالہ دور کا سب سے بڑا کارنامہ علمی تحریک کی توسیع اور مرکزی فکر کی حفاظت ہے اس عہد میں مدرسہ دیوبند کی علمی تحریک اطراف ہند سے نکل کر افغانستان و ترکستان اور حجاز اور قازان تک پہنچ گئی اس اشار میں دیوبند کے مرکزی فکر پر جس قدر بھی حملے ہوئے خواہ وہ نصاریٰ اور ہنود کی طرف سے ہوں یا شیعہ و مبتدعین کی طرف سے، یا سنجیدی و مبنی ذوق رکھنے والے نوجوانوں کی طرف سے، ان میں سے اکثر اعتراضات کے جوابات محققانہ اور مجادلانہ تیار ہو گئے۔

یہ مدرسہ دیوبند کے پہلے دور کا کارنامہ ہے، مدرسہ دیوبند کا دوسرا دور ۱۳۲۳ھ میں حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی شیخ الہند کی صدارت سے شروع ہوا اور ۱۳۴۹ھ میں ان کی وفات پر ختم ہوا، اگر امام عبدالعزیز کی وفات پر ۱۳۳۹ھ میں حزب ولی اللہ کا پہلا دور ختم کر دیا جائے اور امام ولی اللہ کے کام کی ابتداء ۱۳۴۹ھ سے پانچ سال پہلے جب کہ انھوں نے ترجمہ قرآن لکھنا شروع کیا تھا مان لیا جائے تو حزب ولی اللہ کا پہلا دور بھی سو سال کا بن جاتا ہے۔ اور دوسرا دور بھی پورے سو سال کا قرار پاتا ہے۔

مدرسہ دیوبند کے دوسرے دور میں سب سے پہلے مولانا شیخ الہند نے مدرسہ کے پرانے فارغ شدہ عالموں کو جمعیت انصار میں جمع کرنا شروع کیا اس طرح دیوبندی نظام کی تعلیم یافتہ جماعتوں کی ساری اجتماعی طاقت منظم ہو گئی اور اس نظام میں جس طرح ہندوستان کے علماء اخل ہوئے اسی طرح افغانستان اور ترکستانی علماء بھی شامل ہو گئے نیز درجہ مکمل جواب تک غیر منظم صورت میں تھوڑے سے افراد پر مشتمل تھا، اس کے قواعد و ضوابط منضبط ہو گئے اور مولانا شیخ الہند نے امام ولی اللہ اور مولانا محمد قاسم کی کتابوں کو اس درجہ کی تعلیم کا لازمی عنصر قرار دیا، علاوہ ان میں مدرسہ دیوبند کو دارالعلوم کے درجہ تک پہنچایا گیا اور دارالحدیث کو اس کی مرکزی درسگاہ (کالج) قرار دیا گیا۔